© rasailojaraid.com

قرآن مجید اور ترجمہ و تفسیر

از
(جناب خواجہ محمد علی شاہ صاحب)

(۳)

الفاظ کا منزل من اللہ ہونا، ظاہری و باطنی فوائد کا حامل، الفاظ کی تلاوت سے خدا کی ہم کلامی کا شرف، ان کے حفظ سے قوت حافظہ و کمالِ رسوخ کا حصول، ان کے تذکر و تکرار سے روح کو تسکین دل کو تسلی اور عبرت و عمل کی تحریک ہوتی ہے۔

اور معانی کا من جانب اللہ ہونا، قرآن مجید کے روحانی اعجاز، معنوی خصائص، اور باطنی تاثیر کے تمام پہلوؤں کو محیط، استنباطِ علوم وحقائق اور استخراج، مسائل واحکام، فہم و تاویل اور ترجمہ و تفسیر کی وسعتوں پر شاہد ہے۔

لفظی اشتراک کے باوجود بعض اصطلاحات مفہوم و مصداق کے اعتبار سے مختلف ہوتی اور ہوسکتی ہیں اس لئے یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ اس مضمون میں قرآن مبین کی تفسیر و تاویل اور معنی فہمی کے اصول و قوانین کے سلسلہ میں علماء مفسرین و ائمہ تفسیر کی اصطلاحات ذکر کی جائیں گی۔ اور یہ ایسی جامع و ہادی ہدایات ہیں جو قرآن مکرم سے ہر قسم کے علوم و حقائق اور مسائل واحکام وغیرہ کے استنباط و استخراج پر منطبق ہوسکتی اور صادق آسکتی ہیں۔ گویا یہ اصطلاحیں قرآن مقدس کی معنی فہمی کے سلسلہ میں اصولِ موضوعہ اور علومِ متعارفہ کا حکم رکھتی ہیں۔

تھوڑے تھوڑے ظاہری فرق کے ساتھ ائمہ تفسیر و علماء مفسرین نے بھی علم تفسیر کی مختلف تعبیریں اور تعریفیں کی ہیں (جن کا اجمالی بیان ہم نے ایک دوسرے مضمون میں کیا ہے) یہ مضمون بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب برہان میں شائع ہوگا۔ مگر ان سب کا ماحصل ایک ہی ہے۔ جو ذیل کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعریف سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

تعریف علم تفسیر: — علم تفسیر وہ علم ہے جس میں نظمِ قرآن مجید کے معانی سے قواعدِ عربیت کے مقتضا کے مطابق بحسب طاقت بشری بحث کی جائے۔

فوائد قیود: — کسی تعریف کے صحیح ہونے کے لئے اس کا اپنے افراد کو جامع ہونا (یعنی ان سب افراد پر صادق آنا جو اس کے تحت میں ہیں) اور دخول غیر سے مانع ہونا (یعنی ان افراد پر جو اس کے تحت میں نہیں ہیں منطبق ہونے سے محفوظ ہونا) ضروری ہے۔ اور جو تعریف ایسی ہوتی ہے وہ تعریف جامع مانع کہلاتی ہے۔ تعریف کا جامع مانع ہونا اس تعریف کے قیود و شرائط کی تشریح و توضیح کا متقاضی ہے۔ اس لئے تعریف پر قوسین میں دئے ہوئے نمبروں کے مطابق فوائد قیود ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ تعریف کا جامع مانع ہونا درجۂ ثبوت و صحت کو پہنچ جائے۔ تمام امور میں اختصار و جامعیت کا بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ ورنہ صفحوں کے صفحے بھی تشریح سے مستغنی نہیں کر سکتے۔

تفسیر کے لغوی معنے ہیں توضیح و کشف اور ایضاح و تبیین، یہ لفظ ماخوذ ہے "فسر" سے جو کہ باب ضرب سے بیان کرنے اور واضح کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ باب تفعیل میں لاکر کشف و ایضاح کا مبالغہ مقصود ہے۔

قرآن مجید کے معنی و مراد کے اظہار کی تعیین و تشخیص کے لئے دو لفظ اصطلاح میں عام طور پر استعمال میں آتے ہیں۔ اور ان کا اطلاق اصطلاحِ شرعی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ان میں سے ایک لفظ ہے تفسیر اور دوسرا ہے تاویل۔

تفسیر کہتے ہیں خوب کھول کھول کر بیان کرنے کو جو کہ بواسطہ نقل و روایت کے ہو۔ یعنی لفظ کے معنی و مراد کی تعیین و تشخیص (اور اثبات و تقریر) جو مسموعات اور مرویات و منقولات کے ذریعہ سے کی جائے۔ اور وہ نقل و روایت

یا تو (الف) خود قرآن مجید ہی سے ہو۔ جیسا کہ مشہور و معروف مقولہ ہے اور عند الکل مسلّم کہ اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا یعنی قرآن مجید کا ایک حصہ خود دوسرے حصہ کی تفسیر و توضیح کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے اِنَّ الْقُرْاٰنَ یُصَدِّقُ بَعْضُہٗ بَعْضًا فَلَا تُکَذِّبُوْا بَعْضَہٗ بِبَعْضٍ [1] یعنی قرآن مجید کا ایک مقام دوسرے مقام کی تصدیق وتائید اور تثبیت وتاکید کرتا ہے، (اس لئے قرآن مجید کو اول سے لے کر آخر ایک مربوط ومنضبط اور مسلسل کلام سمجھو۔ اور اس کی معنی فہمی میں) ایسی صورت اختیار نہ کرو کہ بعض حصے سے بعض کی تکذیب وانکار یا ابطال وتردید لازم آئے۔

یا (۲) سنتِ نبوی اور احادیث رسول سے ہو۔ جیسا کہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اَلسُّنَّۃُ شَارِحَۃٌ لِلْکِتَابِ یعنی حدیث نبوی متنِ قرآن کے لئے بمنزلہ شرح کے ہے۔

یا (۳) آثار صحابہ وتابعین سے ہو۔ کیوں کہ تحکم وتصریح کتاب وسنت یہ حضرات خیر القرون میں موجود۔ نزول قرآن اور علوم واعمال قرآنی کے عینی شاہد۔ ان کا ایمان کامل۔ نور فراست سے منور اور عمل صالح سے مزین ہیں۔ خود قرآن مجید اور صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی عدل وعدالت اور فضل وکرامت کے ذمہ دار ہیں۔

یا (۴) اصول وقواعد عربیت یعنی ادب وبلاغتِ عرب اور اسالیبِ عربیت سے ہو۔ بشرطیکہ وہ

(الف) بداہتِ عقل۔ اور (ب) ضروریاتِ دین۔ ان ہر دو کے خلاف نہ ہو۔

قرآن مجید۔ اوّل سے لے کر آخر تک اپنی ذات میں ایک مستقل کتاب ہے ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ اور کتاب بھی کیسی مرتب ومربوط، مسلسل ومنضبط کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیَاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ لیکن عام انسانی تصنیفات اور کتابوں کی طرح نہیں کہ اس میں کسی خاص عنوان کے تحت میں خاص ترتیب کے ساتھ چند مضمون جمع کردئے گئے ہوں۔ بلکہ اس کی ترتیب بھی الٰہی اور قدرتی ہے جس کو ترتیب توقیفی کہتے ہیں۔ اور اگرچہ موجودہ توقیفی ترتیب، نزولی ترتیب کے خلاف ہے مگر لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اور یہ سب "توقیف" ہے یعنی شارع علیہ السلام کی تبلائی ہوئی اور مقرر کی ہوئی ہے جو منشاء خداوندی کے موافق ہے۔

اس میں سات منزلیں ہیں۔ ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں۔ اور مشہور قول کی بنا پر چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶)

---

[1] جمع الفوائد ج صفحہ ۲۶

۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیتیں ہیں۔ اور یہ سب توقیفی اور من عنداللشارع ہیں قرآن مجید تمام کا تمام محکم و مستحکم اور باحکمت آیات و مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی کل آیات تین قسم کی ہیں۔ مقطعات۔ متشابہات اور محکمات

قرآن شریف کی ہر آیت بھی اپنی ذات میں کلام کی لفظی حیثیت سے بھی اور مضمون و معنی کے اعتبار سے بھی مستقل اور محکم و مستحکم ہے۔ اس کی ہر آیت سے فائدہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے۔ کسی بیرونی امر یا خارجی ضمیمہ اور قصہ و واقعہ پر خواہ وہ امر خارجی قطعی و یقینی ہو یا ظنی و قیاسی موقوف و منحصر نہیں بلکہ خود اپنی ذات میں تام، کامل، مفید اور غیر ناقص ہے۔ جو کہ ایک کلام موضوع للمعنی اور مساق بالا، مراد کی شان ہوتی ہے۔ لیکن قرآن شریف کے معنی و مراد کا صحیح تعین چار طریقوں پر ہوتا ہے۔ عبارت سے۔ اشارت سے۔ دلالت سے۔ اقتضاء سے۔ سب سے پہلے لغت، صرف، نحو، معانی، بیان و بدیع کے اعتبار سے۔ عبارت قرآن، نظم کلام اور نص کتاب کو دیکھا جائے اور اس کی صحت تصحیح کے ساتھ معلوم کر کے۔ پھر خصوص و عموم و اشتراک اور حقیقت و مجاز کی لفظی تحقیق اور صراحت و کنایہ ظہور و خفا کے معنوی استعمال پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ اس کے بعد حاصل شدہ معنے و مفہوم اور مطالب و مراد کو دوسری آیات و نصوص اور عبارت و نظم سے تطابق یا تقابل کرنا چاہیئے۔ اس مقابلہ و تقابل میں چار صورتیں پیش آئیں گی۔

(۱) یا تو ۔۔ ایک آیت دوسری آیت کی کامل موئد و مصدق اور بالکل موافق و مرادف ہو گی تب تو دونوں برابر اور مضمون اپنی قطعیت کے اعتبار سے ثابت و مستحکم ہو گا۔ یا دونوں آیتوں میں کامل طور پر توافق نہ ہو گا بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی فی الجملہ (یعنی بعض صورتوں میں) موئد و مصدق یعنی معین ہو گی تو دونوں آیتوں میں اعلیٰ و ادنیٰ کا تفاوت اس طرح کیا جائے گا کہ اعلیٰ پر حکم کا مدار رکھیں گے اور ادنیٰ سے تائید و شہادت کے معانی حاصل کریں گے۔ اور اگر ایک آیت کا دوسری آیت سے تطابق و توافق نہ ہو بلکہ تعارض و تضاد ہو تو ان میں تعارض و نسخ کے قاعدہ کے مطابق اعلیٰ کو مقبول اور ادنیٰ کو متروک قرار دیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیاتِ محکمات کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اور ان سے ثابت شدہ عقیدہ حکم اور علم وعمل واجب القبول اور واجب العمل ہے۔ آیات متشابہات میں تاویلِ مقبول مستحسن ہے ورنہ سکوت مختار ومحمود ہے۔ آیات مُماَوّلہ ظنیات کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کا درجہ قطعیات کے بعد ہے۔ عربی زبان کے محاورہ اور اسلوب کے مطابق قرآن شریف میں بھی کبھی کبھی سکوت کو کلام کا قایم مقام سمجھا گیا ہے حالانکہ سکوت کلام کی ضد ہے اور یہ دونوں آپس میں متضاد ہیں۔ لیکن کبھی کبھی عام بول چال روزمرہ اور محاوراتِ زبان میں سکوت مجازاً کلام بن جاتا ہے اور سکوت سے کلام کا کام لیا جاتا ہے۔ گویا سکوت کو کلام کا قایم مقام اور اس کا تابع، نائب اور خلیفہ بنادیتے ہیں۔

سکوت اور کلام جب باہم متضاد ہیں تو ان کی وضع اور اغراض میں بھی لامحالہ باہم منافات ہوگی۔

زبان وکلام اس لئے موضوع ہے کہ ہم اپنے مافی الضمیر کو اس کے ذریعہ ظاہر کریں اور اپنے خیالات کو کلام کے واسطہ سے بیان کریں۔ تاکہ سامع ہمارے خیالات اور مافی الضمیر کو سمجھ جائے۔ غرضکہ کلام موضوع ہے اظہار مافی الضمیر اور بیان وتعبیر خیالات کے لئے! اور سکوت اس کے خلاف ہے۔ سکوت میں ضرور ہے کہ ہم نہ کچھ ظاہر کرسکیں اور نہ دوسرا (سامع یا مخاطب) کچھ سمجھ سکے۔ لہذا دونوں میں تضاد اور منافات ہوئی۔

مگر خاص خاص اعتبار سے کبھی سکوت کو کلام کا حکم دیتے ہیں۔ اور کلام کا تابع بناکر سکوت سے اس کی وضع کے خلاف کلام کا کام لیتے ہیں۔ اور ان خاص اعتبارات ووجوہ کی بناپر سکوت مجازاً کلام بن جاتا ہے۔ گویا سکوت سے اس کی حقیقت کے برعکس مجازی اعتبار سے کلام کا کام لیتے ہیں اب گویا کلام اصل اور سکوت اس کی فرع ہوجاتی ہے کلام حقیقت ہے اور سکوت (بعض حالات میں، بعض اعتبارات ووجوہ کی بناپر) کلام سے مجاز۔ لیکن کلام منطوق کے قبیلے سے ہے نہ کہ مفہوم کے، اور جس حال میں سکوت کو بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مانیں گے اور کلام کا نائب مناب اور مجاز قرار دیں گے۔ اس کو منطوق کے خلاف نہ ہونا چاہیئے ورنہ فرع اصل کے مخالف اور مجاز منافی حقیقت ہو جائے گا۔

جن مواقع میں خاص اعتبارات کی بنا پر سکوت کو کلام کا قایم مقام سمجھا جاتا ہے ان میں سے بعض (۱) حیائے غالب

(۲) دفع ہرج

(۳) اعتبار الف وعادت

(۴) تحصیل حاصل

(۵) کراہت

(۶) فہم مخاطب

(۷) بیان ضرورت۔ وغیرہ وغیرہ امور ہیں۔

فن تاویل: قرآن کریم کے معنے ومراد کے اظہار اور تعیین و تشخیص کے لئے دوسرا لفظ تاویل ہے۔ تاویل کے لغوی معنی ہیں رجوع کرنا۔ یہ ماخوذ ہے اول سے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ مبالغہ کے لئے باب تفعیل اختیار کیا گیا۔

اصطلاح میں تاویل کے معنے اور صورت یہ ہے کہ ایک لفظ جس کے معانی متعدد ہیں یعنی جو لفظ کہ متعدد معانی کا محتمل ہے اس کے ان چند معانی میں سے بعض معانی کی تعیین و تشخیص کرنا جو کہ عقل و درایت کے ذریعہ اور قواعد عقلیہ کے واسطہ سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاویل کے موضوع احتمالات یا محتملات ہوتے ہیں اور تاویل کی غرض ان احتمالات یا محتملات کے صحیح تعیین و تشخیص ہوتی ہے۔

غرضیکہ قرآن مجید کے معنے ومراد کی تعیین و تشخیص کے دو طریقے ہیں تفسیر و تاویل۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ

(۱) تفسیر میں نقل و روایت۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) تاویل میں عقل و درایت - کا ذریعہ معتبر و مسلم ہے -

اور یہ یاد رکھنے اور یقین کرنے کی بات ہے کہ کلام الٰہی کی تفسیر و تاویل میں نقل سے نقل صحیح اور عقل سے عقل سلیم مراد ہوتی ہے اور صحت نقل بھی وہ معتبر ہے جو جمہور علماء کے نزدیک مسلم اور امت کی طرف سے تلقی بالقبول کے درجہ پر فائز ہو - عقل سلیم سے وہ عقل جو ذوقِ قرآنی اور روحِ ایمانی سے تربیت شدہ ہو - بے شائبہ وہم و توہمات و ہوائے نفس

اب یہاں اس علم کی تعریف میں تفسیر سے (بطور اشتراک معنوی یا عموم مجاز) ایسے عام معنے مراد لیے جاتے ہیں جو تفسیر و تاویل دونوں کو جامع اور شامل ہیں - (حواشی جمل علی الجلالین صلا) تاکہ نقل و عقل اور روایت و درایت دونوں طریقوں سے قرآنِ مجید کے معنی مرادی کی تعیین و تشخیص کی جا سکے - اب جب کبھی علم تفسیر بولا جائے گا تو اس سے محض منقولات و مسموعات اور طریقۂ نقل و روایت ہی مراد نہ ہوگا بلکہ وہ عقل و درایت اور معقولات کو بھی شامل ہوگا - یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ فن تاویل، علم تفسیر کا ایک مستقل حصہ اور جزو ہے اور اس سے علیحدہ نہیں۔

نظمِ قرآنِ پاک :- ائمہ تفسیر اور تمام علماء، قرآن مجید کی عبارات و کلمات اور الفاظ و آیات کو ادب و احترام اور کلام خالق و مخلوق میں فرق کرنے کی وجہ سے نظم کتاب، نظم قرآنی، متن اور نص کہتے ہیں -

اور جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا قرآن مجید کی معنی فہمی اور تعیین و تشخیص مراد کے چار طریقے ہیں - عبارت النص - اشارت النص - دلالت النص اور اقتضاء النص - قرآن مجید کے جو معنے ان طریقوں سے ثابت ہوتے ہیں - وہ قابلِ اعتماد اور لائق قبول ہیں - اور ان پر اعتقاد و عمل واجب ہوتا ہے -

نص سے مراد قرآن مجید اور عبارت کے معنی ہیں - امر واضح و ظاہر اور بیّن و جلی - تو عبارت النص کے معنی ہیں کہ قرآن مجید کی عبارت سے جو امر واضح طور پر ثابت ہو -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشارت کہتے ہیں امر خفی و محتمل کو۔ تو اشارت النص کے معنی ہیں کہ قرآن مجید سے جو امر کہ خفی اور محتمل طریقہ سے ثابت ہو۔

دلالت وہ امر کہ جس کا لفظ اور کلام سے بطریق اولیٰ ثبوت ہو یعنی کہ قرآن مجید سے اس کا بطریق اولیٰ ثبوت ہے مگر اس کے لئے کوئی لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔

اقتضاء یہ ہے کہ شے کا ذاتی یا عارضی تقاضا ہو اور اس کا ثبوت اضطراری اور ضروری ہو۔ یعنی قرآن مجید سے شے کے ذاتی یا عارضی تقاضے کی بناء پر اس معنے و مراد کا ثبوت اضطراری اور ضروری طور پر ہو رہا ہے۔

کتاب اللہ کی تقسیم میں یہی اصطلاحیں فقہائے اصولیین کے یہاں بھی ان ہی معنوں میں مستعمل ہیں۔

نص کے دو معنی آتے ہیں ایک ظاہر و بین اور محکم و مستحکم اس معنے کے لحاظ سے قرآن مجید تمام کا تمام نص ہے اور اس نص سے قرآن مجید کی ہر آیت اور ہر کلمہ و لفظ مراد ہوتا ہے۔ یہ معنی بھی اصطلاحی ہیں۔ لیکن یہی لفظ دوسرے معنوں میں بھی آتا ہے۔

اور دوسرے معنی بھی اصطلاحی ہیں — اس بناء پر ہم اول معنے کو عام اصطلاح اور اس دوسرے معنے کو خاص اصطلاح کہہ سکتے ہیں۔ نص کے یہ خاص معنی لفظی تقسیم میں پائے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کے عبارت و متن کے لفظی اعتبار سے یعنی نظم قرآن کے وضوح و ظہور اور خفا و اجمال کے لحاظ سے آٹھ قسمیں کی گئی ہیں۔ ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم۔ خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ۔ یعنی لفظ جس معنی کے لئے موضوع ہے اس معنی پر اس لفظ کی دلالت واضح و ظاہر ہے یا خفی و مجمل۔

کلمہ کے معنی اگر اس قدر واضح ہیں کہ بیان و سیاق کی ضرورت نہیں تو وہ (ظاہر) ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ سیاق اور ارادہ متکلم بھی معین ہو مگر تاویل کا احتمال باقی ہے تو وہ (نص) ہے۔ (اور یہ نص کے دوسرے خاص اصطلاحی معنی ہیں) اور اگر تاویل کا احتمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقی نہیں رہا۔ لیکن کسی صورت سے منسوخ ہونا ممکن ہے تو (مفسر) اور اگر منسوخیت کی قابلیت بھی کسی وجہ سے باقی نہیں تو وہ (محکم) ہے۔ (اور یہ محکم کے دوسرے خاص اصطلاحی معنی ہیں۔ جیسا کہ ایک عام اصطلاحی معنی کے اعتبار سے تمام کا تمام قرآن مجید محکم اور اس کی ہر آیت محکمات کے قبیلے سے ہے) یہ کتاب اللہ کی لفظی تقسیم ہے یعنی لفظ کی اپنے معنی کے ظہور و وضوح کے لحاظ سے یہ چار صورتیں ہیں اسی طرح ان کے مقابلہ میں اجمال و استتار کی بھی چار ہی صورتیں ہیں یعنی یہ خفا یا تو کسی عارضے کی وجہ سے ہے جو نفس صیغہ و لفظ کے علاوہ ہے تب تو (خفی)۔ اور اگر نفس صیغہ کے لحاظ سے خفا و استتار ہے تو اگر اس کا مفہوم بدون بیان متکلم کے حل ہو جائے تو (مشکل) اور اگر متکلم کی جانب سے اس کا بیان پایا جائے تو مجمل ورنہ متشابہ۔

ان چاروں قسموں میں سے ہر قسم ایک دوسرے سے وضوح و ظہور اور اجمال و استتار کے اعتبار سے قوی سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر سے نص۔ نص سے مفسر۔ مفسر سے محکم وضوح و ظہور کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے اور خفی سے مشکل۔ مشکل سے مجمل اور مجمل سے متشابہ خفا و استتار کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔

تاویل تقسیم و اقسام :- تفسیر میں نقل و روایت اور تاویل میں عقل و درایت کے بعد، معنوی حیثیت سے تاویل یا تو بالکل تفسیر کے موافق ہوگی یا بالکل مخالف ہوگی۔ یا نہ موافق ہوگی نہ مخالف، پہلی صورت تاویل بالموافقت کہلاتی ہے اور دوسری تاویل بالمنافات اور یہی تفسیر بالرائے ہے۔ اور تیسری صورت تاویل بالسکوت ہے۔ رہی یہ چوتھی صورت کہ تاویل بعض وجہ سے تفسیر کے موافق ہے اور بعض وجہ سے تفسیر کے مخالف، اس کو کوئی مستقل درجہ نہیں دیا گیا۔ بلکہ جانب غالب کا لحاظ کرتے ہوئے للاکثر حکم الکل کی بنا پر تاویل بالموافقت یا تاویل بالمنافات ہی میں داخل مانا جائے گا اور دونوں جانب کی مساوات کی شکل میں دونوں کو ساقط اور ایک جانب کے راجح اور دوسری کے مجروح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کی شکل میں اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دیں گے۔ اور اس اعتبار سے جانبِ اعلیٰ کو ترجیح دے کر تاویل بالموافقت یا تاویل بالمنافات میں داخل مان کر تاویل کو مقبول یا مردود کہیں گے۔

تاویل بالموافقت جو تفسیر کے موافق ہے صحیح ہے اور مقبول۔ کیونکہ معنیً تفسیر کے موافق ہے صرف لفظ اور عنوان و تعبیر بدلی ہوئی ہے۔ تفسیر کے مخالف یا اس کی مبطل یا اس سے متضاد نہیں۔

تاویل بالمنافات غلط اور مردود ہے۔ کیوں کہ یہ تفسیر کے مخالف اس کی مبطل اور اس سے متضاد ہے۔ اس تاویل میں اور تفسیر بالرائے میں جو کہ ممنوع، واجب الترک اور مردود و نامقبول ہے کوئی فرق نہیں۔

تاویل بالسکوت بھی چونکہ مخالف و مبطل و متضاد نہیں ہے اس لئے مقبول ہوگی۔

تاویل بالموافقت کی مثال۔ جیسے ظلم کی تفسیر شرک کے ساتھ نقل صحیح سے ثابت ہے۔ لیکن حدود اللہ سے تجاوز، احکام الٰہیہ میں تعدی۔ اور امورِ دینیہ میں تساہل و مداہنت بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ تاویل بالموافقت ہے۔

تاویل بالمنافات مثلاً صراط مستقیم سے جس کی تفسیر نقل صحیح میں قرآن یا اسلام یا سیرت نبویہ و اسوۂ حسنہ یا سنت خلفائے راشدین یا سنت صحابہ وارد ہے اس سے ان سب کے خلاف عقل محض یا وجدانِ طبعی یا کشفِ باطنی سے تاویل کی جائے۔ یا "اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" سے انبیاء و صدیقین اور شہدا و صالحین کی تفسیر کے خلاف، اصحابِ دولت و ثروت امراء و اغنیاء اربابِ جاہ و وقار اور دنیا کے اربابِ سیاست و اقتدار مراد لئے جائیں۔ یا صلوٰۃ سے صرف اس کے لغوی معنی دعا کے لئے جائیں۔ یا صوم سے صرف امساک اور مقہوریِ نفس مراد لیں۔ یا صحابۂ کرام حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ کے انعام و غفران اور فلاح و رضوان سے دور سمجھا جائے حالانکہ تعلیم نبوت کے فیضان اور صحبتِ رسالت کی تاثیر سے ان کی طبعیتوں میں صدق متمکن ہوگیا تھا اور عادات و اطوار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں عدل و عدالت، ملکات و اخلاق میں معرفت و کمال علم، نفوس میں رسوخ سنت کامل طور پر سرایت کر چکا تھا یا آیہ غار "اِذْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ" میں حزن کو جبن و زجر پر محمول کریں۔ اس قسم کی سب تاویلات باطل و فاسد، مردود اور نامقبول ہیں۔ ان تاویلات کا عمداً ارتکاب معصیت کا سبب ہے بلکہ کفر و الحاد بے دینی۔ زندقہ اور تحریف و تبدیل مراد ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ قیامہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تفسیر و تاویل کے وقت تین شرطوں کی پابندی اور رعایت ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ اگر ان تین شرطوں کی پابندی کے بغیر تفسیر و تاویل کی گئی تو وہ صحیح نہ ہوگی بلکہ تفسیر بالرای ہوگی۔

پہلی شرط جس کی رعایت ضروری ہے یہ ہے کہ ہر کلمہ کو اس کے حقیقی معنی پر یا مجازِ متعارف پر محمول کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو تفسیر ہوگی اور اگر اس کی رعایت نہ کی جائے گی تو وہ تفسیر نہ ہوگی بلکہ تاویل قریب کہلائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ آیت اور کلام کے سیاق و سباق، اول و آخر، ماقبل و مابعد کو خوب غور و خوض سے دیکھا جائے تاکہ کلام مربوط و مسلسل رہے اور کلام میں بد نظمی، بے ربطی اور بے ترتیبی نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو تفسیر ہے ورنہ وہ تاویل بعید ہوگی۔

تیسری شرط یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں مفسر کی رائے کا مطلب، شاہدانِ نزولِ وحی یعنی نبی و اصحاب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم، و رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی تفسیر کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اگر خلاف نہیں ہے تب تو تفسیر ہے ورنہ دیکھا جائے گا کہ اس مفسر کی رائے سے نبی و اصحاب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم) کی تفسیر کے خلاف دین کے کسی امر کا ابطال لازم آتا ہے یا نہیں۔ اگر ابطال لازم نہیں آتا تو وہ تاویل بعید ہوگی اور اگر ابطال لازم آتا ہے تو وہ تحریف ہے جو کہ ممنوع و معصیت و اجب الترک اور قابلِ رد ہے۔

غرضیکہ تاویل کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک مقبول و غیر مردود۔ دوسرے مردود و غیر مقبول۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تاویلِ مقبول کبھی تاویل قریب کہلاتی ہے اور کبھی تاویلِ بعید۔

تاویل مقبول دو حال سے خالی نہیں ہوگی۔ یا قولِ صحابی ہوگا یا قولِ غیر صحابی۔

اگر قولِ صحابی ہے تو اس کی بھی تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) یا تو وہ منسوب ہوگا حضرت نبوت سے۔

(۲) یا ایسا امر ہوگا جس کا ادراک عقلاً ممکن ہو۔

(۳) یا ایسا امر ہوگا کہ اس کا ادراک عقلاً ممکن نہ ہو۔

امرِ اول کی بنا پر وہ قول بلا تردد حدیث ہوگا اور حدیث اپنی صحت و نقل استناد میں علم اصول حدیث اور مصطلحات فنِ اثر کی طرف رجوع کرے گی) اور ثانی شکل میں اگر لغت و بلاغت یا استعارہ و تشبیہ یا مناسب مقام سے کسی مراد کو معین و مشخص کیا گیا ہے۔ یا کسی حکم کو حکم ثابت و منصوص پر قیاس کیا گیا ہے تو یہ قیاس معقول ہوگا اور شکلِ ثالث میں جبکہ عقلاً اس امر کا ادراک ممکن نہ ہو مثلاً مقادیر کا تعین، جنت و دوزخ کے کوائف، ثواب و عذابِ آخرت، ثمراتِ اعمال، وغیرہ تو ان امور میں عقل کے سکوت کی بناء پر اس قول کو جنون یا کذب و افترا یا وہم نہ قرار دیں گے بلکہ ان کو تعلیماتِ نبویہ سے سمجھ کر ملحق بالحدیث مانا جائے گا۔ اور حدیث کا حکم اس پر جاری کیا جائے گا۔

تاویل میں بھی بہر حال صحابی کا قول تمام دوسرے اقوال پر مقدم مانا جائے گا۔ صحابی خود اہل زبان ہیں۔ نزولِ قرآن کے شاہد عینی، اور دربارِ رسالت سے بلا واسطہ فیض یافتہ۔ قرآن مجید کے حقائق و اسرار اور تعلیمات و اعمال سے واقف و ماہر، آیاتِ قرآنی کے محل و مورِد۔ ان کی طبیعتیں روشن اور صاف، اذہان کجی اور کجروی سے پاک، ان کی رائیں اور خیالات خطا سے خالی اور یہ حضرات تعصب اور ہوائے نفسانی سے کوسوں دور ہیں۔ اتباعِ رسول اور مطابعت قرآن سے تمام محامد اوصاف و محاسن اخلاق کے پیکر ہیں۔ کتاب و سنت ان کے عدل و عدالت اور تفقہ دینی کی ذمہ دار ہے۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com